

تعارف و تصریح

المسعف فی لغۃ و اعراب سورۃ یوسف

مؤلف: ڈاکٹر عبدالرحیم

ناشر: اسلامی فاؤنڈیشن مرسٹ، پیر بہار، بہار، مدرس ۱۲...،

صفات: ۲۱۲ قیمت: پینتالیس روپے

قرآن ہر دو اور ہر قوم کے لیے سچیہ بُدایت ہے۔ انسان کی پوری زندگی اور زندگی سے متعلق تمام پہلوؤں کو قرآن نے رہنمائی اصول عطا کیے ہیں جن کے مطابق عمل کرنا انسان کی سعادت اور جن سے اغراض کرنا اس کی شفاقت کی علامت ہے، انسان کی ساری زندگی اس کے مقصد تخلیق کے ارد گرد گھونسی چاہئی ہے جی قرآن کے پیغام کا باب باب ہے اور اس قرآنی پیغام کی روح کو بھکنا بھکانا اور اس پر عمل پیرا ہونا انسان کی سعادت کی خاصیت ہے۔

خاص زبان و مکان میں نازل ہونے کی وجہ سے اس کا تحاطب عربوں سے ہے، لہذا اس کی زبان بھی عربی ہے۔ لیکن پونک قرآن کا پیغام تمام بني اسراء انسان کے لیے ہے اور وہ انسانی سماج کے ہر فرد کو رہنمائی قرآن کرتا ہے، اس لیے اس کے پیغام کو سمجھنے کے لیے صدری ہے کہ اس کی زبان میں پڑھا اور سمجھا جائے اور اس کے لیے قرآن کی زبان "عربی مبین" سیکھنا اولین شرط ہے۔ قرآن کا پیغام اس کے اسرار و روز اور اس کے احکام دلواہی کو انسان اسی وقت پوری طرح سے سمجھ سکتا ہے جب اس کو عربی زبان پر عبور حاصل ہو اور وہ ہر لفظ کے مادہ، اس کے اصل معنی، معنہوم اور فضویت سے عربوں میں اس کے استعمال کی مختلف شکلؤں، مسویات میں اس کے استعمال، قرآن میں متعلقہ لفظ کے مختلف مواقع پر

مختلف مفاہیم کے تحت استعمال، قرآن کے مخصوص تصورات اور قرآنی پیغام کے جامیں تصور کے تناظر میں آیات و سور کے انطباق پر نظر رکھتا ہے۔ نصف یہ بلکہ قرآن کی فصاحت و بلاعث اسکی فناشت و جاذبیت اور ادبی خوبیوں سے پُر نادر و منفرد اسلوب سے لطف اندوز ہونے کے لیے بھی عربی زبان سے واقفیت ضروری ہے۔ قرآن معرفت و اگھائی جن گروہوں کی عقده کشائی کرتا ہے علم و فکر کا جواہر تا انداز پیش کرتا ہے اور وحائی نہاد کے ذریعہ دینی، اخلاقی، سماجی اور شفافی تعلیم و تربیت کا جو روئیہ اپناتا ہے، اس کا احساس بھی اس وقت تک ناممکن ہے جب تک کہ اس زبان کی تعلیم حاصل کی جائے۔ اس میں تہذیب انسان اور ترکیب نفس کے جو اصول اپنائے گئے ہیں اور اس کے انداز بیان میں لذت و حلاوت اور طلایت و تقدس کی جو یقینیات ہیں ان کو اسی وقت محسوس کیا جاسکتا ہے جب اس کا قاری اس زبان اور اس کے مزاج کو سمجھ لے۔

قرآن نے جہاں اخلاقی، ستمانی اور سماجی حیثیت سے انسان کو فتحیں عطا کی ہیں وہیں عربی جسی مالا مال زبان کو بھی ایسی اچھوئی اور منفرد جہتوں سے آشنائی کا رفع حاصل ہے۔ جن کو اپنی عربی دانی پر ناز تھا کہ قابل فخر شعری سرمایہ بھی اس کے نادر و منفرد اسلوب کے سامنے ماند ہو کر رہ گیا۔ یہ قرآن ہی فیض تھا کہ عربی زبان نے اپنے مصنوعات کے دائرہ کو اتنا وسیع کیا کہ جلد ہی (عباسی دور میں) عالمی ادب کی صفائی میں اس کا اس نے بین الاقوامی زبان کا درجہ حاصل کر لیا۔ اور آج جدید دور میں ایک با پھر اس کو بین الاقوامی زبان ہونے کا شرف حاصل ہوا ہے، اور اس کو سیکھنے سکھانے کا عمل پھر زور دی پڑھے۔ اس مجھوںی صورت حال کے اسباب پر اگر نظر والیں تو محسوس ہو گا کہ اس زبان میں قرآن کے نزول نے اس کو ایسا دام بختا ہے کہ اس کی اپنی دیگر خصوصیات اور اہمیت سے قطع نظر اس کی آفاقیت کی بڑی وجہ یہ ہے کہ اس کو مسلمانوں کی مذاہبی زبان کی حیثیت حاصل ہے اور اسلام کی روح تک رسائی کے لیے اس زبان کا سیکھنا ضروری ہے۔ یہاں وجہ ہے کہ غیر عرب مسلمانوں نے بھی ابتداء ہی سے اس کی اہمیت کو محسوس کرتے ہوئے اس کو سیکھا سکھایا اور اس کی خدمت و اشاعت میں بھپڑو حصہ لیا اور جس طرح اسلام ساری دنیا کے مذهب کی حیثیت سے اشاعت پذیر ہوا اسی طرح یہ زبان بھی عرب و عجم کی زبان کی حیثیت سے رواج پذیر ہوئی۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن فہمی

اور اس کی تفسیر کے لیے علماء نے جن علوم سے واقفیت کو ضروری قرار دیا ہے ان میں سنتِ بنوی^۳ اور اقوال صحابہؓ کے بعد علم لفت، علم نحو، علم صرف اور علم استقراق کو اساسی اہمیت حاصل ہے۔ خود ان علوم کا وجود اور ان کے ارتقا کا محکم قرآنی پیغام کی حفاظت اور اس کی اشاعت کا ذرہ دلانے احساس سختاً اور بصہ و کوفہ دونوں ایکوں میں سخنی قادر کی ترتیب میں قرآن کو ایک اولین مصدد کی حیثیت دی گئی ہے۔ جمع لفت کے اولین مصادر میں بھی قرآن اور اشعار عرب کی اہمیت سے بکس کو انکلار ہو سکتا ہے۔ گویا قرآن فہمی کے لیے جو متعدد علوم موجود میں آئے ان میں علم نحو کو اساسی حیثیت حاصل ہے جو علم تفسیر کے پہلو بہلوار لفاظ پذیر ہو رہا اور علم نحو، یہ علوم قرآنیہ کی اساس قدر اپلایا کاہی ایک بنیادی مسئلہ اعراب ہے، کہ اس کے بغیر علم نحو سے واقفیت ملکن نہیں۔ اعراب قرآن جس نے قرآن کے سائے میں پیدا تو سپریور جیسے ان علماء کے پیاس علم نحو کے ساتھ ساتھ نشووناپائی جنہوں نے قرآن سے بکشید اشتہار کیا ہے، لیکن بعد میں مقہود بالذات ہو گیا اور جب اس کو ایک مستقل حیثیت حاصل ہو گئی تو اس کے تحت قرآنی الفاظ اکی صرفی و سخنی دلوں حیثیت زیریحث آگئیں اور پھر اس موصوع پر عربی زبان میں علماء نے خاصی قابل وقت خدمات انجام دیں۔ ان کتب میں بعض تو قرآن کی ایک ایک سورہ کو لے کر اس کی جملہ آیات یا مشکل آیات پر اعرابی بحث کرتی ہیں اور بعض اعراب کی مختلف شکلؤں پر ابوب و فضول قائم کر کے مستلزم آیات پر بحث کرتی ہیں۔ مثال کے طور پر جو تحریکی مددی بھری کے امام لفت و ادب ابن خالویہ کی کتاب "اعرب ثلاثین سورۃ من القرآن الکریم" جو پروفیسر سالم کریمکو کی تحقیق و تحریج کے بعد ۱۹۶۱ء میں دارالعلوم المعارف حیدر آباد کو سے شائع ہوئی ہے یا ازجاج سے منسوب "اعرب القرآن" جو ابراہیم الایباری کی تحقیق و تحریج کے بعد ۱۹۶۳ء میں قاہرہ سے شائع ہوئی ہے۔

زیرنظر تالیف بھی اگرچہ اسی سلسلہ کی ایک اہم کڑی ہے، لیکن اس حیثیت سے اس کی افادیت اور بڑھ جاتی ہے کہ اس میں سورۃ یوسف کی آیات پر اعرابی بختوں کے پہلو بہلو تدریسی مقصد کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ اس کتاب کے ذریعہ مرالف نے عربی زبان اور اس کے اصول و قواعد سے طلبہ کو متدارف کرنے کے لیے جس طریقہ کو اپنایا ہے وہ درحقیقت اس فکر پر قائم ہے کہ

اصول و قواعد ذہن نشین کرتے وقت جن مثالوں کو طلبہ کے سامنے رکھا جائے وہ اس زبان کی مستحکم اور زندہ مفتوح سے انخذلگی ہوں، طلبہ کی روزمرہ کی زندگی سے متعلق ہوں اور ان کے ذہنوں کو صالح غذا فراہم کر سکیں، زکر وہ گھسنی پیشی مثالیں دہراتی جاتی رہیں جن کا، ہررو زید و عروہ ہے چنانچہ مؤلف کا خیال ہے کہ "فلن یتعلم المرء مادام زید قائمًا"۔

مؤلف نے قرآن کے توسط سے عربی زبان کے قواعد کی تعلیم کا جو منبع اپنایا ہے وہ بلاشبہ جدید سائنسک طریقہ تدریس کا ایک کامیاب تجربہ ہے۔ آیات نقل کرنے کے بعد پہلے تو انہیں وارد تمام مفردات کے معانی بیان کیے گئے ہیں تاکہ طالب علم ان کو ذہن نشین کرنے کے ساتھ ساتھ طریقہ شرح بھی بھسلے مفردات کی تشریح میں قدیم عربی معاجم کے طریقہ ہی کو برقرار رکھا گیا ہے اور مؤلف نے اس کی وجہ پر بتائی ہے کہ "تاکہ طالب علم کے لیے معاجم سے رجوع کرنا آسان ہو۔"

قواعد میں مؤلف پہلے تو آیت میں موجود قاعدة کی تفصیلی شرح کرتے ہوئے اس کی متعود مثالیں دیتے ہیں اور قرآن ہی سے شواہد پیش کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ اکثر مواقع پر مذکورہ قاعدة کے مطابق مشہور سخنی امام ابن حملہ (۶۰۰ - ۵۹۴ھ) کی الانفییرے سے متعلق اشعار بھی نقل کرتے ہیں تاکہ طلبہ کے لیے مذکورہ قاعدة کو ذہن نشین کرنا آسان ہو جائے اور مذکورہ اشعار کے بین بھی لکھ دیتے ہیں۔

سورة یوسف کا پہلی آیت کی شرح کرتے ہوئے لفظ "آلیة" کے معنی میں لکھتے ہیں:

الآلية: العلامة. ومن القرآن: ما يَحْسُنُ السكوت عليه حَيْثُ أَيْلَمْ شَرِأْيَ.

وأصل الآلية عند سيبويه "أُوذية" ، وعند الغزاء "أَمْيَة" ، على وزن "فَاعِلَة" .

حذفت منها الماء الأولى للتحفيف.

بَانَ الشَّيْءَ يُبَيِّنُ بَيَانًا: اتَّضَحَ ، فَهُوَ مَبِينٌ بِمِثْلِ لَانَ يَلِينُ فَهُوَ لَيْنٌ ، طَابَ يَطْبِبُ فَهُوَ طَبِيبٌ ، وَهِيَ عَلَى وَزْنِ "فَيُغَلِّ" وَهُوَ مِنْ الْقِمَةِ الْمُسْتَهَدَةِ .

أَبَانَ الشَّيْءَ يُسْتَهَدُ بِإِبَانَةً: أَوْضَحَ ، فَهُوَ دُمِيْنٌ .

اسی آیت کی سخنی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ لفظ "تَلْكَ" کی اصل "تِيلَكَ"

بے۔ یہ اسم اشارہ یقینی "اور امام بعد و کاف خطا ب کا مجموعہ ہے۔ السقار سائنس کی وجہ سے یا رہ کو حذف کر دیا گیا۔ جب اس پر امام نہیں داخل ہوتا تو یا ربانی رہتی ہے۔ اور "بینک" بولتے ہیں۔ حدیث الاضف میں "کیف تیکم؟" ہے۔ البخاری فی کتاب التفسیر تفسیرۃ المنبر (۲)۔ (ص ۱۴۶)

آیت نمبر (۴۰) کے تحت قرب کے معنی بیان کرنے کے بعد قرآن سے شواہد دیتے ہیں کہ "وَلَا تَقْتُرِيَ الْهَدِيدَ الشَّجَوَةَ" (البقرۃ ۲۵)۔ "وَلَا تَقْرُبُ الْعَوَادِيَشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ" (الانعام ۱۵۱)۔ اس کے بعد "فَلَا كَيْلَ لَكُمْ" کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "لَا تَنْفِيَنَ لِلَّبِنِ" ہے اور فتحہ پر مبنی ہوتا ہے۔ جیسے:

(۱) لَا طَالِبٌ فِي الْفَصْلِ (۲) هَذِهِ الْمَسْأَلَةُ لِإِخْلَافِ فِيهَا، لیکن جب اس کا اس مقناف ہو تو منصوب ہوتا ہے۔ مگر فتحہ پر مبنی نہیں بلکہ مغرب ہوتا ہے۔ جیسے:

(۱) لَا كَاتِبٌ نَحْيٌ عَنْدِي (۲) لَا طَبِيبٌ اسْنَانٍ فِي هَذِهِ الْمُسْتَشْفَى (ص ۱۳۰-۱۳۹) آیت (۴۳) میں یا کلھٹن کی سخنی تشریع کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یا ان فعل و وہیوں سے مذکرا استعمال ہو اے۔ اول تو یہ کرفعل مفعول کے ذریعہ فاعل مے مفعول ہے، چنانچہ فعل کی وجہ سے سائل تی زینب "اور مَدَّلَتِي زینب" دلوں جائز ہے، پھر ان مالک کا یہ شعر نقل کیا ہے:

وَقَدْ يُسِّعُ الْفَصْلُ مُتَرَاقَ الْتَّاءِفِ

سخن: "أَتَيَ الْقَارِبِيَ بِنَتَ الْوَائِفِ" (ص ۱۱۳)

الفاظ کی تشریع کرتے وقت بھی با اوقات مختلف خواری عرب کے اشعار سے استہناد کرتے ہیں مثلاً: لفظ (الْوَعَاءُ) بمعنی طرف جس میں کوئی بیز محفوظ کی جائے، کی تشریع کرنے کے بعد یہ شعر لکھتے ہیں:

الْحَيْزُرِيَّنَقِيَ إِنْ طَالَ الرَّمَانُ بِهِ

وَالشَّرُّ أَخْبَثُ مَا أُخْبَثَ مِنْ زَادِ

(ص: ۱۵۵)

اسی طرح "سُبْحَانَ اللَّهِ" یعنی "الْتَّنْزِيهُ لِلَّهِ" کی سخنی و صاحت کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ "دُسْبَحَانَ مِنْ كُذَا أَتَعْجَبُ أَعْشَى كَہتا ہے:

سُبْحَانَ مِنْ فَلْقَمَةِ الْفَاجِرِ
أَقُولُ لِمَتَاجِعِي فَخْرُكَ

(ص: ۱۹۳)

پوری کتاب میں لغوی و سخنی مشقون کے پچھے جمیع بھی دینے کے ہیں۔ اس طرح کتاب کو گویا پڑھوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ یعنی آیت (۱۱) تا (۳۱) کی لغوی و سخنی تشریح اور قواعد کے تفصیلی ذکر کے بعد پہلا مجموعہ شمارین ہے۔ جن میں مذکورہ قواعد لغت کی روشنی میں سوالات قائم کر کے مشق کرائی گئی ہے۔ مثلاً: "تَلْكَ " کی اصل کیا ہے؟ اسے کوشاہف حذف کیا گیا اور کیوں؟ لام بعْد کے حذف کے بعد اس کی ایسا شکل ہوگی؟ (ص۔ ۳۴۔ ۱۹۳)

یادی گئی مثالوں کی روشنی میں تو سین میں دینے کے افعال کی مدد سے دوسرے جملوں کی تکمیل، اس طرح کر ان میں کسی مخصوص قاعدة کو لمحيظ رکھا جائے۔ مثلاً: "مثال پر غور کیجئے، پھر اسی طرز پر تو سین میں دینے کے افعال کی مدد سے "خاء سبییہ" کو استعمال کرتے ہوئے مندرجہ ذیل جملوں کو مسلسل کیجئے:

مقل: لَا تَأْكُلُ حَعَامًا فَإِنَّهُ مَنْقُومٌ

۱) لَا تَمْكَأَسْلَ

(مَتْسُوبٌ)

۲) لَا تَأْتِي أَخْرَى

(يَغُوْتُكَ الدَّرِسُونُ)

۳) لَا تَقْتِي التَّوَافِدَ

(يَدْخُلُ الذِّبَابُ)

ایک اور مثال لاحظہ ہو:

(ص: ۳۹) سترن اول

مندرجہ ذیل آیات میں "حتیٰ" کی حیثیت کیا ہے؟

(۱) "... لَيَسْجُنَنَهُ حَتَّىٰ حِينَ:

(۲) "... فَلَمَنْ أَبْرَأَ الْأَرْضَ حَتَّىٰ يَأْتَىٰ بِي أَبِي ...":

(۳) "حَتَّىٰ إِذَا سَتَيَّسَ الرُّسُلُ وَظَلَّوْا أَتْتَهُمْ مَدْكُنْ بُواحِبًا وَهُمْ نَصْرُوتُهُ:

مندرجہ ذیل اسماء کی جمع تحریر کیجئے:

عمرش، دُنیا، عاشِشیت، عبرة، وجہ۔

ایسے تین اسامی تحریر کیجئے جن کی جمع "تعیین" کے ذلن پر آتی ہو۔

(ص ۲۰۳)

آخر میں ان تمام سخنی مسائل کی، آیت نمبر کی نشاندہی کے ساتھ ایک فہرست مرتب کی گئی ہے جن کا ذکر اس کتاب میں آیا ہے۔

مزید برآں جہاں کہیں کسی قاعدہ کی مزید وضاحت و تشریح کی صورت محسوس ہوئی، مؤلف نے اس کو حاشیہ میں واضح کر دیا ہے۔ شلا آیت (۲۴) کی شرح مفردات کے ضمن میں "الرَّئْس" کے تحت لکھا ہے کہ: "الرَّئْسُ: غُصُونُ مَعْرُوفٍ، وَهُوَ مَذَكُورٌ مَّا جَ رُوَدُّ مِنْ دُرْعَسٍ". لفظ مذکور پر حاشیہ کا مکابرہ کر کر وضاحت کی ہے کہ "بعض عرب مالک میں اس کو موت استعمال کرتے ہیں..." (ص ۸۹)

اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ کتاب اپنے موضوع کے اعتبار سے اہم اور عربی زبان کے اسائدہ طبلہ دلنوں کے لیے ایک نادر تخفیہ ہے، جو مؤلف کی موضوع پر مکمل علمی گزند اور کامیاب تدریسی تجربات کے صین امتزاج سے ایک قابل قدر کارنامہ کی شکل میں منظر عام پر آئی ہے۔ اعراب القرآن کے موضوع پر ایک جو ہری کوشش کے علاوہ اس کی قدر و قیمت اس لیے اور بھی بڑھ جاتی ہے کہ اس میں اعراب القرآن کے ذریعہ طبلہ میں قرآن فہمی کا ذوق پیدا کرنے کے پہلو پہلو زبان کا ذوق پیدا کرنے کی جانب توجہ مرکوز کی گئی ہے۔ اس کا اسلوب دلچسپ اور زبان تعقید و غرض سے پاک ہے۔ صرف وحو کے تقییدی طریقہ تدریس سے صرف نظر کیا گیا بے جویسا اوقات طبلہ میں عربی زبان کے تین بددلی پیدا کرتا ہے۔ روزمرہ کی صرف وغایتوں اور دلچسپیوں سے متعلق متنالوں اور تریخیات کو قائم کر کے کتاب کریزادہ سے زیادہ مفید اور پر کوشش بنانے کی پوری کوشش کی گئی ہے۔

الشیواز کی تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مؤلف کی اس خلصائی خدمت کو شرف قبولیت عطا کرے، ان کو اس قسم کی پر مفرغ علمی کاوشوں کے سلسلہ کو مزید و راز کرنے کی توفیقی عطا فرمائے اور اس کے لفظ کو عام کرے۔ آمین

(محمد صالح الدین عربی)